گود میں لے کے سر ابنِ علیؑ چلائی   ان کھلی آنکھوں کے قربان تمہاری جائی
لیے بھولے کہ نہ بیٹی بھی تمہیں یاد آئی   اتنی مدت میں یہ کیا شکل مجھے دکھلائی
کیا خموشی ہے لبِ لعل تو کھولو بابا ؎
کیا غضب ہو گیا کچھ منھ سے تو بولو بابا ؎
؎ تیر اس چاند سے ماتھے پہ لگایا کس نے   حلق پر خنجرِ بیداد پھرایا کس نے ؎
؎ خون اس گردنِ نازک کا بہایا کس نے   چھوٹے سے سن میں مجھے تم سے چھڑایا کس نے ؎
اماں سوتی ہیں کیا انہیں سمجھاؤں میں
آؤ کُرتے میں چھپا کر تمہیں لیجاؤں میں

یہ دن وہ ہیں کہ بے سروساماں ہیں اہلبیتؑ   ہر دم کے انقلاب سے حیراں ہیں اہلبیتؑ
سر کھلنے سے زیادہ پریشاں ہیں اہلبیتؑ   بزمِ عزائے شاہِ شہیداں ہیں اہلبیتؑ
آب و غذا کا قحط ہے سونے کی قید ہے
سوز پہلے پہل کی قید میں رونیکی قید ہے
عزیزو آج یہ نیرنگ ہے زمانہ میں   علیؑ کی بیٹیاں جاتی ہیں قیدخانہ میں
اٹھائے لاکھ الم تا بہ شام جانے میں   بندھی ہے ایک رسن بیکسوں کے شانہ میں
سوز نہ چین پایا نہ سوئے نہ آب و دانہ ملا
ملا تو تنگ سا ٹوٹا سا قیدخانہ ملا

مرثیہ ۱۶

غل ہے دربار میں ناموسِ پیمبرؐ آئے   فاقہ کش تشنہ دہن بیکس و بے پردہ آئے
اہلِ بیتِ نبوی کھولے ہوئے سر آئے   سامنے حاکمِ بیدیں کے وہ مضطر آئے ؎
کاٹ کر حضرتِ شبیرؑ کا سر لائے ہیں
ابھی دربار میں ناموسِ حسینؑ آئے ہیں ؎
ہند گھبرا کے پکاری کہ ارے کون ہیں   بولا کوئی کہ وہی فاطمہؑ کا نور العین
بی بی زینبؑ ہیں وہ سر پیٹ کے کرتی ہیں جو بین   آج کیا قبر میں تڑپیں گے محمدؐ بے چین
خانۂ سیدِ لولاک میں کوئی نہ رہا
ہائے اب پنجتنِؑ پاک میں کوئی نہ رہا ؎
ہند یہ سن کے کھڑی ہو کے لگی پیٹنے سر   بال بکھرا دیئے اور پھینکی زمیں پر چادر
اور یہ چلاتی ہوئی نکلی محل سے باہر   جلد بتلاؤ کہ شہزادیاں ہوتی ہیں کدھر
ننگے سر جاؤں گی ہے ہے مرا آقا نہ رہا
کس کا پردہ کہ نبیؐ زادی کا پردہ نہ رہا ؎
نکلے سر ننگے خواصانِ مقرب ہمراہ   تا بہ افلاک گیا غلغلۂ نالہ و آہ
پہونچیں دربار میں جس وقت بحالِ تباہ   گر پڑی دوڑ کے شبیرؑ کے سر پر ناگاہ
رو کے چلائی کہ اس شکل کے قربان گئی ؎
میرے آقا کا یہی سر ہے میں پہچان گئی ؎

سر فرزند ید اللہ سے آتی ہے صدا حق محبت کا جو تھا وہ کیا سب نے ادا
سر برہنہ ہے اوڑھا زینبؑ بیکس کو ردا رسن ظلم سے کھلوا دے سکینہؑ کا گلا

کام آؤ ان کے کہ یہ بھی ترے کام آئینگی
حشر کے دن تجھے فردوس میں لیجائیں گی

یک بیک تخت سے گھبرا کے اٹھا حاکم شام ڈال کر ہند پہ دامن یہ کیا اس نے کلام
مجھ کو رسوا کیا ایسا بھی کوئی کرتا ہے کام اس نے دامن کو الٹ کر کہا او بدانجام

بے ردا زینبؑ و کلثومؑ ہیں وسواس نہیں
پاس میرا ہے نبیؐ زادیوں کا پاس نہیں

اب میں گھر میں رہونگی ترے او خانہ خراب اب ردا سر پہ نہ ڈالونگی نہ منہ پہ نقاب
روح زہراؑ و علیؑ سے تجھے آیا نہ حجاب عرصۂ حشر میں کیا دیگا پیمبرؐ کو جواب

نہ سمجھا کہ حسینؑ ابن علیؑ کو مارا
تو نے بیجان کیا زہراؑ کو نبیؐ کو مارا

کس کی بیٹی ہے کہ سر پہ نہیں جس کے چادر یہ بہو کس کی ہے جو بیٹھی ہے ننگے سر
کس کے ناموس ہیں جو روتے ہیں یوں چلا کر ہائے کیوں پھٹ کے فلک گر نہیں ٹوٹا تجھ پہ

طوق و زنجیر کو اور عابدؑ دلگیر کو دیکھ
رسن ظلم کو اور شاہؑ کی ہمشیر کو دیکھ

یہ رسن اور یہ ننھا سا سکینہؑ کا گلا کوئی ایسی بھی بدی کرتا ہے نیکو سے بھلا
اس کی بیٹی ہے جو آغوش محمدؐ میں پلا کیا قیامت ہے یہ بچپن یہ اسیری کی بلا

ہاتھ بندھوانے سے حاصل ترا کیا لیتے ہیں
رحم کرتے ہیں یتیموں پہ کہ دکھ دیتے ہیں

ہند سے اپنی طرفداری کی سن کر گفتار پاس اس کے گئی چلاتی سکینہؑ اکبار
تیرے قربان ہیں اے آل نبیؐ کی غمخوار کھولدے آکے مرے ہاتھ ہیں رسی سے فگار

اب تو واجب ہیں اسیروں پہ دعائیں تیری
ننھے سے ہاتھوں سے لونگی میں بلائیں تیری

میں سکینہؑ ہوں حسینؑ ابن علیؑ کی دختر بے گنہ کاٹ لیا تن سے مرے باپ کا سر
ہائے جس سینہ پہ سو رہنے کی میں تھی خوگر گھوڑے دوڑائے لعینوں نے اسی سینہ پہ

دیکھ یہ نیل ہیں گالوں پہ ہمارے بی بی
شمر ظالم نے طمانچے ہمیں مارے بی بی

ہند بولی کہ میں قربان مری شہزادی حق نہ بخشے گا اسے جس نے تمہیں ایذا دی
ہے محمدؐ ترا جد فاطمہ زہراؑ دادی حشر میں حشر ہے پھر وہ ہوئی گر فریادی

کیا طلب کرتی ہو کیا چاہیئے کیا لاؤں میں
جو کچھ اس لونڈی سے فرماؤ بجا لاؤں میں

کیا منگا دوں تمہیں کیا لوگی ہیں تم پہ قرباں   پانی منگوا دوں کہ تر کر لو یہ سوکھی سی زباں
تب بچھے جام کرنے کو پھیلا کے یہ بولی ناداں   اپنے بابا سے ہوں بچھڑی ہوئی میں تشنہ دہاں
یہ تو کہتی نہیں زیور دو زر دو مجھ کو
تیرے قربان مرے بابا کا سر دے مجھ کو ؛

سن کے یہ ہند نے چاہا کہ اٹھا دے سر شاہ   گر پڑی دوڑ کے وہ طشت پہ با نالہ و آہ
باپ کی خوں بھری صورت پہ جو کی اس نے نگاہ   منھ پہ منھ ملنے لگی اور کہا یا ابتاہ ؛
اتنے روزوں مجھے صورت نہ دکھائی تم نے
صدقے ہو جاؤں یہ کیا شکل بنائی تم نے ؛

کہ تیر اس چاند سے ماتھے پہ لگایا کس نے   خون اس گردن نازک کا بہایا کس نے ؛
حلق پر خنجر بیداد پھرایا کس نے   چھوٹے سے سن میں مجھے تم سے چھڑایا کس نے ؛
ماں پھوپی روتی ہیں کیونکر انھیں سمجھاؤں میں
آؤ کرتے میں چھپا کر تمہیں لیجاؤں میں ؛

سر شہ رونے لگا سن کے یہ بیٹی کا بیاں   اور صدا دی کہ پدر صدقے ترے اے مری جاں
منھ ادھر لاؤ کہ لوں منھ میں تری خشک زباں   آخری پیار ہے بیٹی میں کہاں اور تو کہاں ؛
نہ ہمیں پاؤ گی تم اور نہ تمہیں پائیں گے ہم
اب قیامت میں گلے تم کو لگائیں گے ہم

جب محفل حاکم میں نبی کے حرم آئے   منھ بالوں سے ڈھانپے ہوئے با صد الم آئے
لب تشنہ و فاقہ کش و با چشم نم آئے   ہر گام اٹھاتے ہوئے ظلم و ستم آئے
آگے تھا رواں نیزہ پہ سر سبط نبی کا
پیچھے تھا لٹا قافلہ اولاد علی کا ؛

سب بی بیاں تھیں وارثوں کے سوگ میں نالاں   ہاتھوں کو کلیجہ پہ دھرے چاک گریباں
رخساروں پہ بالوں پہ بھی خاک بیاباں   بیتاب دلوں پر تھا ہجوم غم و حرماں
اصغر کے لئے اشکوں سے منھ دھوتی تھی کوئی ؛
ہمشکل پیمبر کے لئے روتی تھی کوئی ؛

مقنع سر زینب پہ نہ تھا اور نہ چادر   ماتم میں گریباں پھٹا اور کھلا سر
بکھرے ہوئے تھے بال نقاب رخ انور   نرغہ تھا ستمگاروں کا اور بیکس و مضطر
نامحرموں کو دیکھ کے شرماتی تھی زینب ؛
مجمع میں کنیزوں کے چھپی جاتی تھی زینب ؛

افسوس لٹے قافلہ کے قافلہ سالار   مردوں میں فقط رہ گیا تھا عابد بیمار
اور وہ بھی جگر خستہ و مغموم و دل افگار   ماں بہنوں کے ہمراہ تھا حاضر سر دربار
جو عرش نشیں تھا وہی اب خاک نشیں تھا
پر ہائے غضب بیٹھنے کا اذن نہیں تھا ؛